(۳۸)

آزادی سے قبل تصفیہ حقوق ضروری ہے

(فرمودہ ۱۴۔ فروری ۱۹۳۰ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

گو رمضان کے لحاظ سے اس مضمون کو چنداں اہمیت حاصل نہیں جس کے متعلق آج میں کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں لیکن چونکہ ہماری جماعت دوسروں سے مل کر رہتی ہے، مل کر کام کرتی ہے، دوسروں کے خیالات سنتی ہے۔ اپنے گردوپیش کے حالات سے متاثر ہوتی ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس سوال کے متعلق جس قدر جلدی ہو سکے مجھے اپنی رائے کا اظہار کر دینا چاہئے تا وہ احباب جو اس معاملہ میں میری راہنمائی کے منتظر یا محتاج ہیں میرے خیالات سن کر کوئی رائے قائم کر سکیں۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس سوال کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہدایات کافی موجود ہیں لیکن ہر انسان میں اتنی قوت و طاقت نہیں ہوتی کہ وہ تحقیقات سے کوئی صحیح نتیجہ اخذ کر کے اپنے لئے اسوہ قرار دے سکے یا رستہ تجویز کرے اس لئے میں سمجھتا ہوں ضروری ہے کہ ایسی طبائع کے لئے جو مزید تشریح کی محتاج ہیں یا جو قوتِ استدلال نہیں رکھتیں یا جذبۂ اخلاص کی وجہ سے ہر معاملہ میں خلیفہ کی طرف نگاہ اُٹھاتی ہیں کہ کیا آواز آتی ہے اپنے خیالات کا اظہار کر دوں۔ وہ معاملہ سیاسی سوال ہے جو اِس وقت ہمارے ملک کے سامنے پیش ہے۔ مجھے اس بارہ میں جلدی اظہارِ خیالات کی ضرورت اس وجہ سے بھی پیش آئی ہے کہ بعض دوستوں کی طرف سے سوال ہوا ہے کہ اس معاملہ میں اپنے خیالات ظاہر کر دوں۔

ہمارے اخبار بین حضرات اس امر سے واقف ہیں کہ اس وقت ہندوستان میں زور سے یہ

سوال پیدا ہو رہا ہے کہ اب ہندوستان کو انگریزی اثر سے آزاد کرانا چاہئے۔ یہ خیال ایسا قدرتی خیال ہے کہ کوئی بھی انسان اس سے آزاد نہیں ہوسکتا۔ حب الوطنی ایسی چیز ہے جس سے کوئی انسان محروم نہیں گو بعض لوگ لالچ اور حرص و ہوا کی وجہ سے اسے دبا لیتے ہیں اور بعض اس کے صحیح معنی نہ سمجھنے کی وجہ سے غلط راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ میں ایک منٹ کے لئے بھی یہ باور نہیں کرسکتا کہ جو پولیس حکومت کے اقتدار کو مضبوط کرنے یا وہ C.I.D (خفیہ پولیس) جو اس لئے مقرر ہے کہ حکومت کے خلاف خیالات کی اشاعت کرنے والوں کی سرگرمیوں سے ارکانِ حکومت کو مطلع کرتی رہے وہ بھی آزادی کے خیال سے عاری ہو۔ دل میں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہر قوم کو حق ہے کہ آزادی حاصل کرے لیکن چند پیسوں کے لئے وہ خیالات کو چُھپانے پر مجبور ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہی لوگ جب پنشن پانے کے بعد گھروں میں جاتے ہیں تو وہ بھی آزادی کا شور مچانے لگ جاتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں پہلے بھی آزادی کا خیال تھا لیکن ملازمت کی وجہ سے وہ اسے ظاہر نہیں کرتے تھے۔

غرضیکہ آزادی ایک ایسا جذبہ ہے کہ میں باور ہی نہیں کرسکتا کہ کوئی انسان اس سے خالی ہو۔ فرق صرف ذریعہ حصولِ آزادی اور آزادی کی صورت کا ہے۔ بعض لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ ہندوستان کو ایسے رنگ میں آزادی حاصل کرنی چاہئے کہ وہ انگلستان سے وابستہ بھی رہے لیکن اندرونی معاملات میں آزاد ہو بلکہ انگلستان جو بیرونی معاملات طے کرے ان میں بھی ہندوستان کو مساویانہ رائے دینے کا حق ہو جیسے آسٹریلیا اور کینیڈا وغیرہ کو ہے۔ بعض لوگ اس کے خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انگریزوں کا ہندوستان سے کسی قسم کا بھی تعلق نہیں ہونا چاہئے اور ہندوستان جسے مناسب سمجھے بادشاہ یا صدر منتخب کر کے اپنا انتظام کرے جیسے جرمنی یا فرانس کی آزاد حکومتیں ہیں۔ یہ نقطہ نگاہ کانگریس کی طرف سے پیش کیا گیا ہے اور اب اس رَو کو سارے ملک میں چلانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کانگریس کی طرف سے اس نظریہ کے پیش ہونے سے قبل پنڈت موتی لال نہرو نے اپنے چند دوستوں کے ساتھ مل کر جو بخیالِ خود ملک کے نمائندے بن گئے تھے کیونکہ انہیں کسی نے منتخب نہیں کیا تھا ایک طریقِ حکومت تجویز کیا تھا جس سے مسلمانوں کو عموماً اور جماعت احمدیہ کو خصوصاً شدید اختلاف تھا کیونکہ اس کے ذریعہ حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں دے دینے اور مسلمانوں کے حقوق کو پامال کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ سکھوں کو بھی اس سے شدید

مخالفت تھی اور اس کے خلاف نہایت زور و شور سے پروپیگنڈا کیا گیا۔ اب جبکہ کانگریس نے مکمل آزادی کا اعلان کیا ساتھ ہی نہرو رپورٹ کی موقوفی کا بھی اعلان کر دیا اور قرار دے دیا کہ آئندہ جب کوئی حکومت قائم ہو جائے گی تو کوئی ایسا نظامِ حکومت قائم نہیں کیا جائے گا جس سے مسلمان اور دیگر اقلیتیں رضامند نہ ہوں۔ گو پہلا فرض یہ ہے کہ سب مل کر آزادی حاصل کر لیں' آزادی حاصل ہونے تک تمام اختلافات کو دبائے رکھا جائے' آزادی حاصل ہونے کے بعد مسلمانوں کے مشورہ اور ان کے مطالبات کو پیش نظر رکھ کر نظامِ حکومت تجویز کیا جائے گا اس پر بعض مسلمان رضامند ہو گئے ہیں۔

اس سوال کا ایک مذہبی پہلو بھی ہے۔ یہ بات ہمیشہ مدنظر رکھنی چاہئے کہ آزاد حکومت محبت سے تو مل نہیں سکتی۔ کسی سے یہ کہنا کہ اپنا بوریا باندھو اور یہاں سے اٹھا کر چلے جاؤ ایسی بات ہے جو بغیر لڑائی جھگڑے کے طے نہیں ہو سکتی اور قائم شُدہ حکومت سے جنگ احمدی نقطہ نگاہ سے مذہب کے خلاف ہے اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے ماتحت یہ طریق بہرحال ناجائز اور ناپسندیدہ ہے اور یہ خیال کہ انگریز اپنی مرضی سے چلے جائیں گے انسانی فطرت کی ہنسی اُڑانا ہے۔ بادشاہت تو بڑی چیز ہے کوئی چپہ بھر زمین بھی بغیر لڑائی کے نہیں چھوڑتا۔ پھر یہ خیال کہ اتنا بڑا ملک جو انگلستان سے بیس پچیس گنا بڑا ہے اور جس کی آبادی وہاں سے آٹھ نَو گُنا زیادہ ہے اور جس سے وہ اتنے عظیم الشان فوائد حاصل کر رہے ہیں ہمارے ریزولیوشنوں اور قراردادوں سے ڈر کر انگریز چھوڑ جائیں گے احمقانہ خیال ہے۔ ہندوستان چھوڑنے سے انگلستان کے وقار کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔ اگر انگریزوں کو ہندوستان بالکل چھوڑنا پڑا تو وہ یقیناً جنگ کریں گے جیسا کہ امریکہ سے کی تھی۔ لیکن اگر ہندوستان والے ایسی آزادی پر رضامند ہو جائیں جس میں انگلستان کا بھی تعلق ہندوستان سے قائم رہے تو اس سے چونکہ انگلستان کا وقار بھی قائم رہے گا اور اسے کوئی زیادہ نقصان بھی برداشت نہیں کرنا پڑے گا اس لئے اسے وہ منظور کر سکتا ہے۔ اِس وقت بھی بعض حکومتیں ایسی ہیں جنہیں انگلستان اس شرط پر آزادی دے چکا ہے کہ تم یہ اقرار کرو کہ ہمارا بادشاہ شاہِ انگلستان ہے جیسے کینیڈا' ساؤتھ افریقہ اور آسٹریلیا ہیں لیکن کامل آزادی خونریزی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ پھر اگر جنگ ہوئی تو کسے فتح ہوگی اور کسے شکست یہ سوال مذہب سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ سیاسیات سے متعلق ہے۔ مذہب جس بات کا حکم دے اس میں فتح یا شکست کو نہیں دیکھا

جاتا اور اگر کوئی امر مذہباً ناجائز ہو تو اس میں خواہ فائدہ یا فتح ہی ہو اسے ہم نہیں کر سکتے مثلاً ایک شخص کا مکان بالکل جنگل میں واقع ہے وہ وہاں موجود نہیں اور بھی کوئی دیکھنے والا نہیں تو اگرچہ ہم نہایت آسانی سے اس کا مال نکال کر فائدہ اٹھا سکتے ہیں مگر ہم ایسا نہیں کریں گے کیونکہ مذہب نے اس کی اجازت نہیں دی۔ لیکن باقی جہاد کا سوال ہے تو جب اس کا حکم ہو اُس وقت یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ ہمیں فتح ہو گی یا شکست ہر مسلمان کا فرض ہو گا کہ جنگ کے لئے اُٹھ کھڑا ہو خواہ ایک ایک کر کے سب مارے جائیں۔ پس جائز یا ناجائز مذہبی لحاظ سے دیکھا جاتا ہے اور اس میں فتح وشکست یا نفع ونقصان کا کوئی سوال نہیں ہوتا۔ اور مذہبی لحاظ سے اس سوال کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حل فرما دیا ہے اور اسے ناجائز قرار دیا ہے۔ اب اگر ہماری فتح یقینی ہو جب بھی ہم جنگ نہیں کر سکتے اور اس بات کو کوئی عقلمند نہیں مان سکتا کہ انگریز بغیر لڑائی جھگڑے کے ہندوستان چھوڑ دیں گے۔ اب اس کا سیاسی پہلو باقی رہ جاتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ کانگریس کی پالیسی سے زیادہ دھوکا اور فریب کی پالیسی اور کوئی نہیں ہو سکتی اور مسلمانوں سے زیادہ کوئی احمق نہ ہو گا اگر انہوں نے اسے تسلیم کر لیا۔ یہ کہنا کہ حقوق کا تصفیہ بعد میں ہو جائے گا نہایت مضحکہ خیز بات ہے۔

مذہب اگر کسی کام کے کرنے کی اجازت دیتا ہو تو بھی ہمیں عقل سے کام لیکر دیکھنا چاہئے کہ ہمارا فائدہ اس کے کرنے میں ہے یا نہ کرنے میں۔ جیسے بینگن اور کدو کھانا جائز ہیں لیکن جسے بواسیر ہو اُسے بینگن نہیں کھانا چاہئے۔ تو شریعت نے جس امر میں اجازت دی ہے اس میں ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ہمارا فائدہ اس کے کرنے میں ہے یا نہ کرنے میں اور اس امر میں اگر شریعت نے اجازت بھی دی ہو کہ ہم دخل دیں تو بھی میں کہوں گا کہ سیاسی لحاظ سے یہ خودکشی کا معاملہ ہے۔

میں نے بتایا ہے انگریز بغیر لڑائی اس ملک کو چھوڑنے کے نہیں۔ فرض کرو لڑائی ہوئی اور انگریز ملک کو چھوڑ کر بھی چلے گئے تو کوئی عقلمند یہ نہیں مان سکتا کہ کوئی ملک کسی وقت بھی بغیر حکومت کے رہ سکتا ہے۔ پھر اگر تمام انگریزوں کو قتل کر کے یا سمندر میں غرق کر کے ایک دن میں ختم بھی کر دیا جائے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُس دن ہندوستان پر کون قابض ہو گا مسلمان یا ہندو یا مشترکہ طور پر دونوں۔ اگر مشترکہ طور پر تو پھر ان کا اشتراک کس نسبت سے ہو گا۔ اگر کہا جائے کہ حکومت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو گی تو یہ بالبداہت غلط ہے کیونکہ ہندو مسلمانوں کو کچھ بھی دینے کے لئے تیار نہیں اس لئے فیصلہ ہو جانا چاہئے کہ جب تک باقاعدہ کوئی حکومت قائم نہ ہو گی نظام مسلمانوں

کے ہاتھ میں رہے گا تا وہ مطمئن رہیں کہ ان کے حقوق پامال نہیں ہوں گے۔ لیکن اگر کہا جائے کہ ہندوؤں کے ہاتھ میں ہوگا تو وہ ہندو جو آج جب کہ انگریزوں سے جنگ کرنے کے لئے انہیں مسلمانوں کی مدد کی ضرورت ہے مسلمانوں کے مطالبات نہیں مانتے تو برسرِ حکومت آ جانے پر وہ کب سُنیں گے۔ پہلے کسی ہندو ریاست سے ہمیں حقوق لیکر بتاؤ پھر ہم مان لیں گے کہ اُس وقت بھی ہندو ہمارے حقوق دے دیں گے۔ اگر کہا جائے مشترک طور پر انتظام کیا جائے گا تو پھر وہی سوال باقی رہ جاتا ہے کہ اشتراک کس نسبت سے ہوگا اور مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کا کیا انتظام ہوگا۔ بعض مسلمان کہہ دیتے ہیں یہ سوال ابھی مت اُٹھاؤ پہلے انگریزوں کو ملک سے نکال لو اس کے بعد ہندوؤں سے مسلمان زبردستی اپنے حقوق لے لیں گے۔ لیکن یہ خیال انہیں مسلمانوں کا ہے جن کے دلوں میں غداری اور بددیانتی ہے۔ یہ خیال کہ انگریزوں کے بعد ہندوؤں سے لڑ کر ان کو نکال دیا جائے گا اوّل تو بددیانتی ہونے کی وجہ سے مذہباً ناجائز ہے خواہ ہندو ہو یا کوئی اور غیر مسلم اس سے ایسا دھوکا کرنا کسی طرح جائز نہیں۔ لیکن یوں بھی یہ خیال باطل ہے۔ یہ خیال عام طور پر پنجاب میں پایا جاتا ہے جہاں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے اور زیادہ تر فوجی خدمات سرانجام دیتے ہیں باقی اب تک جہاں کہیں بھی لڑائی ہوئی ہے مسلمان ہی زیادہ مارے گئے ہیں۔ پنجاب میں چونکہ ہندوؤں کی تعداد کم ہے اور جو ہیں وہ بنیا لوگ ہیں اس لئے پنجاب کے بعض کوتاہ فہم مسلمانوں میں یہ خیال پیدا ہوگیا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے کہ مسلمان لڑائی میں سارے ہندوستان کے ہندوؤں کو شکست دے سکتے ہیں۔ ذرا اوپر حصار، گوڑگانواں، کرنال، انبالہ کی طرف چلے جاؤ تمام ہندو، جاٹ اور راجپوت آباد ہیں۔ پھر پہاڑوں میں ڈوگرے بستے ہیں اور ان تمام باتوں کو فراموش کر کے کنویں کے مینڈک کی طرح یہ خیال کر لینا کہ ہم ہندوؤں کو مار کر نکال دیں گے بیہودہ بات ہے۔ ابھی ڈھاکہ میں فساد ہوا ہے جس میں دو مسلمان مارے گئے اور ہندو کوئی بھی نہیں مرا۔ بہار میں جب ہندو مسلم فساد ہوا تو ہندوؤں نے مسلمانوں کو ہی قتل کیا تھا۔ پھر کٹار پور اور آرہ وغیرہ مقامات پر مسلمانوں کو بے دریغ تہہِ تیغ کیا گیا۔ غرض ہندو جہاں بھی بیدار ہیں وہاں مسلمان لڑائی میں ان سے ہرگز نہیں جیت سکتے۔ پھر تعداد، تنظیم اور روپیہ میں بھی وہ زیادہ ہیں۔ لاہور میں مَیں نے گلیوں کے اندر انہیں گتکا کھیلتے دیکھا ہے۔ دو تین روز ہوئے میں ایک گاؤں سے واپس آ رہا تھا کہ ایک گاؤں میں رسّہ کشی ہوتے دیکھی۔ چند سال

پہلے گاؤں میں یہ تحریک نہ تھی لیکن اب دیہاتوں میں بھی تنظیم کی جارہی ہے اور کوشش کی جارہی ہے کہ بنیوں کو بھی جنگجو قوم بنادیا جائے۔ ہندوؤں کی باقی قومیں پہلے ہی جنگجو ہیں۔ ہندوستان میں چھوٹے چھوٹے ہندو راجے مسلمان بادشاہوں کے ساتھ کئی کئی سال تک متواتر جنگ کرتے رہے ہیں اور دراصل مسلمانوں میں جو جنگجو اقوام ہیں وہ بھی ہندوؤں میں سے ہی آئی ہیں۔ جاٹ یا راجپوت عرب سے نہیں آئے یہیں کے باشندے ہیں اور ان کے بہت سے بھائی بند ابھی ہندو ہیں۔ مدراس کے ہندو ہمیشہ فوجوں میں بھرتی کئے جاتے ہیں پھر مرہٹے ہیں غرضیکہ ہندوؤں کی لڑنے والی قومیں بہت ہیں اور تعداد میں مسلمانوں سے بہت زیادہ ہیں۔ پس جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم لڑ کر ہندوؤں کو یہاں سے نکال دیں گے وہ بہت بیوقوف ہیں۔

ہندوستان میں عربی النسل مسلمان تو چند ہزار ہی ہوں گے۔ جن مسلمان قوموں پر جنگ کے وقت انحصار کیا جاسکتا ہے وہ سب ہندوؤں سے ہی آئی ہیں اور ان کے ہندو بھائی ابھی تک اسی طرح بہادر ہیں جیسے یہ مسلمان۔ اگر مسلمان جاٹ اور راجپوت لڑنے والے ہیں تو ان سے بہت زیادہ تعداد میں ہندو جاٹ اور راجپوت موجود ہیں۔ پس چند ایک بنیوں کو دیکھ کر ہندوؤں کو کمزور سمجھ لینا ایک خلافِ عقل بات ہے۔ حالانکہ اسی قسم کی قومیں مسلمانوں میں بھی ہیں مثلاً مُلّا لوگ ہیں ذرا سی ہشت کرو تو بھاگ جائیں گے۔ تو بُزدل دونوں میں ہیں اور بہادر بھی دونوں میں ہیں۔ لیکن تعداد کے لحاظ سے ہندو مسلمانوں سے تین گُنا زیادہ ہیں اس لئے ایسا خیال نہ صرف یہ کہ بددیانتی اور غداری ہے بلکہ خلافِ عقل اور صریحاً غلط بھی ہے۔ تھوڑے سے مرہٹوں نے شاہانِ مغلیہ کا ناک میں دم کردیا تھا۔ ایک طرف وہ میسور کو تنگ کررہے تھے اور دوسری طرف حیدرآباد کو حتّٰی کہ انہوں نے دہلی میں آکر بادشاہ کو قید کرلیا اور تخت پر قابض ہوگئے۔ آخر یہ وہی مسلمان ہیں نا جن پر تھوڑے سے سکھوں نے قبضہ کرلیا تھا۔ پس غور کرنا چاہئے کہ کیا اب وہ ہندو موجود نہیں ہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان لڑنے والے نہیں بے شک مسلمان جنگجو ہیں اور بہادر بھی ہیں مگر کہتے ہیں جنگ دو سر دارد۔ اوّل تو ہندو ان کے مقابل میں ویسے ہی بہادر ہیں پھر ان کی تعداد زیادہ ہے اور جنگ میں اپنی فتح پر کون یقین کرسکتا ہے۔ پس یہ خیال کہ لڑ کر ہندوؤں کو نکال دیا جائے گا بالکل غلط ہے۔ بلکہ برعکس پچھتّر فیصدی یہ امید ہے کہ ہندو مسلمانوں کو کُچل ڈالیں گے۔ کہا جاتا ہے کہ گاندھی جی نے مسلمانوں کی حفاظت کا وعدہ کرلیا ہے مگر جب حکومت

آئے گی، گاندھی جی کو کون پوچھے گا۔ فیصلہ تو ملک کی عام رائے کے مطابق ہو گا۔ گاندھی جی کے متعلق کب گاؤں گاؤں اور شہر شہر سے رائے لی گئی اور کب وہ ہندوؤں کے لیڈر منتخب ہوئے وہ آپ ہی آپ لیڈر بن گئے ہیں۔ اگر حکومت ملنے پر عوام نے کہہ دیا کہ ہمیں گاندھی جی کا فیصلہ منظور نہیں تو اُس وقت کیا کیا جائے گا اور یہ جواب صحیح بھی ہے۔ کس نے انہیں اپنی لیڈری کے لئے چُنا ہے؟ ان کے فیصلہ کی پابندی کے لئے اخلاقی طور پر بھی ہندو قوم ذمہ دار نہیں۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی انگریز آ کر ہندوستان سے معاہدہ کر جائے کہ ہندوستان کو آزاد کیا جاتا ہے۔ جنگِ عظیم کے دوران میں حجاز نے انگریزوں سے معاہدہ کیا جس پر ایک انگریزی جرنیل نے دستخط کر دیئے لیکن بعد میں انگریزوں نے کہہ دیا ہم نے کب اُس جرنیل کو معاہدہ کرنے کا اختیار دیا تھا چنانچہ وہ مسترد ہو گیا۔ تو جب ملک آزاد ہو جائے گا اُس وقت اگر ہندو کہہ دیں کہ گاندھی ہے کون؟ ہم نے کب رائے عامہ سے اسے اپنا لیڈر تسلیم کیا۔ وہ ایک کام کرنے والا آدمی تھا جس کی وجہ سے ہم اس کی عزت کرتے تھے۔ وہ ہمارا قائم مقام ہرگز نہیں ہو سکتا تو کیا بنے گا؟ سوائے اس کے کہ مسلمان بیوقوف سمجھے جائیں گے اور تمام دنیا ان پر ہنسے گی کہ پیش بندی کے بغیر وہ جنگ میں کود پڑے۔

پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ سالہا سال سے ہندو مسلمان تصفیہ حقوق کے لئے جھگڑ رہے ہیں لیکن آج تک کوئی فیصلہ نہیں ہوا پھر کون کہہ سکتا ہے کہ آزادی ملتے ہی ایک دم سارے فیصلے ہو جائیں گے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ اسی طرح دس پندرہ سال اور لگ جائیں اور پھر بھی فیصلہ نہ ہو۔ ایسی صورت میں اتنا عرصہ ملک پر کس کی حکومت ہو گی اگر کہا جائے کہ عارضی طور پر انتظام کر لیا جائے گا تو پھر وہی سوال آئے گا کہ اس میں مسلمانوں کی نگہداشت کا کیا انتظام ہو گا اور پھر اگر فیصلہ کے بعد اسی عارضی حکومت نے حکومت سے دستبردار ہونے سے انکار کر دیا تو پھر کیا ہو گا۔ غرض یہ بات کہ تصفیہ حقوق بعد میں ہو گا سراسر عقل کے خلاف بات ہے۔ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ممکن ہے کئی سال تک کوئی فیصلہ نہ ہو۔ کیا اتنا عرصہ ہندوستان بغیر کسی حکومت کے رہے گا مگر حکومت کے بغیر کوئی ملک رہ نہیں سکتا۔ کچھ عرصہ کے لئے ہی اگر یہاں کوئی حکومت نہ ہو تو نیپال اور افغانستان جیسی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں ہی ملک کو لوٹ کر کھا جائیں۔ انگریز ہندوستان پر اسی لئے قابض ہو گئے تھے کہ ملک میں کوئی بادشاہ نہ تھا۔ مگر اُس وقت تو پھر بھی چھوٹے چھوٹے

راجے مہاراجے تھے جنہوں نے کچھ نہ کچھ مقابلہ کیا۔ اب جبکہ کوئی بھی حکمران نہ ہوگا اُس وقت کیا حالت ہوگی۔ یہ جھگڑا دنوں میں نہیں بلکہ سالوں میں طے ہونے والا ہے۔ اس لئے جب تک کوئی فیصلہ نہ ہو اُس وقت تک کون حکومت کرے گا لہٰذا حکومت کی تشکیل پہلے ہو جانا ضروری ہے اور اگر نیت نیک ہو اور مسلمانوں کو کچھ دینے کا ارادہ ہو تو پیچھے ڈالنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ بعض لوگ نادانی سے کہہ دیتے ہیں کہ ابھی کچھ ہے ہی نہیں تو دیں کیا؟ لیکن ہم کب کہتے ہیں کہ عملاً کچھ دے دو ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ فیصلہ کرلو کہ ہاتھ میں آنے کے بعد کیا دو گے۔ تصفیہ بہر حال ضروری ہے تا معلوم ہو سکے کہ مسلمانوں کو ایسی پوزیشن حاصل نہیں ہوگی جس سے اسلام ہی ہندوستان سے مٹ جائے۔ یہ سوال خلاف عقل ہے اور جب تک پہلے حقوق طے نہ کر لئے جائیں مسلمانوں کو کبھی مطمئن نہ ہونا چاہئے۔

نہرو رپورٹ کی تنسیخ بھی کانگریس کی طرف سے سخت دھوکا ہے اور جو مسلمان اس سے مطمئن ہو گئے ہیں ان کی عقل پر افسوس ہے۔ پہلے تو ڈومینین سٹیٹس (Dominion Status) کا مطالبہ تھا اور اس صورت میں کچھ نہ کچھ تسلی اس طرح ہو سکتی تھی اگر ہندوؤں نے ہمارے حقوق ہمیں نہ دیئے تو انگریزوں سے مدد لی جا سکتی ہے اور وہ دلا دیں گے لیکن جب انگریزوں کو نکال ہی دیا جائے گا تو پھر مسلمان کا پُرسانِ حال کون ہوگا۔ وہ ہندوؤں کے رحم پر ہوں گے اگر چاہیں تو کچھ دے دیں ورنہ ان کی مرضی۔ پس میں کہوں گا جو مسلمان کانگریس کی رَو میں بہے چلے جا رہے ہیں وہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے خودکشی کر رہے ہیں۔ اگر کہا جائے کہ ہم فرقہ وارانہ جذبات سے نہیں بلکہ نیشنلٹی کے خیال سے کانگریس کے ساتھ ملے ہیں اور یہ ایک نیشنل سوال ہے تو میں کہوں گا اگر بعد میں جوتے کھا کر ہندو بننا ہے تو پہلے ہی اپنی مرضی سے کیوں نہ بن جاؤ۔ اُس وقت تو بننا مجبوری کے ماتحت سمجھا جائے گا مجبور ہو کر کوئی کام کرنے والے کو کوئی کریڈٹ نہیں ملا کرتا۔ پس اگر قومی سپرٹ کے ماتحت مذہب کو قربان ہی کرنا ہے تو پہلے ہی کر دو۔

غرض اِس وقت اگر اپنی پوزیشن کو محفوظ نہ کر لیا گیا تو مسلمانوں کی ہندوستان میں وہی حالت ہوگی جو سپین میں ہوئی۔ سپین کے مسلمان ہندوستان کے مسلمانوں سے زیادہ تازہ دم تھے ان کی تعداد بھی عیسائیوں سے کم نہ تھی مگر جب وہ تباہ کر دیئے گئے تو یہاں کے مسلمانوں کی کیا حالت ہوگی۔ پس یہ رَو اسلامی حقوق کے خلاف ہے اور مذہبی نقطہ نگاہ سے اگر دیکھا جائے تو جس

رنگ میں یہ مل سکتی ہے اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ناجائز قرار دیا ہے اور سیاسی لحاظ سے بھی یہ سخت نقصان رساں ہے اس لئے بہترین طریق یہ ہے کہ ڈومینین سٹیٹس کے حصول کی کوشش کی جائے اور دنیا کی رَو بھی اسی طرف ہے۔ پہلے ہی کچھ حکومتوں نے مل کر ایک لیگ بنا رکھی ہے جو لیگ آف نیشنز کہلاتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس طریق کے بغیر امن قائم بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر تمام سلطنتیں اپنی اپنی جگہ آزاد ہو کر بھی ایک نقطہ پر جمع ہوں تو ایک دوسرے کے حق کو دبا نہیں سکتیں۔ اور انگریزی حکومت اس لحاظ سے بے نظیر ہے اس میں پہلے ہی کئی ملک ہیں جو آزاد ہو کر پھر بھی مل کر کام کرتے ہیں جیسے کینیڈا، ساؤتھ افریقہ اور آسٹریلیا یہ اپنی اپنی جگہ آزاد ہیں مگر پھر بھی ایک دوسرے سے مل کر کام کرتے ہیں اور یہ بہترین طریق ہے جس کے بغیر امن قائم نہیں ہوسکتا۔ دنیا میں جب بھی امن قائم ہوگا اسی طرح ہوگا کہ سب حکومتیں آزاد ہونے کے باوجود ایک نقطہ پر جمع ہو جائیں تا ایک ملک دوسرے ملک پر ظلم نہ کر سکے اور اس طریق کا ایک چھوٹا سا نمونہ حکومتِ انگریزی میں ہے۔ اگر ہندوستان بھی اس نظام میں شامل ہو جائے تو یہ زیادہ وسیع ہو جائے گا۔

پس ہندوستان کے لئے یہی ذریعہ بہتر ہے کہ پہلے ہی اس طرف آجائے بجائے اس کے کہ دھکے اور ٹھوکریں کھا کر آئے۔ تمام دنیا اب اس طرف آرہی ہے کہ سب اقوام میں اشتراک ہو۔ یہ طریق ہندوستان کے لئے نہ صرف آسان ہے بلکہ اس میں فساد کا بھی خطرہ نہیں اور دنیا کے امن کے لئے بھی یہی مفید ہے کہ ہندوستان آزاد بھی ہو اور انگلستان کے مساوی حیثیت بھی رکھتا ہو مگر اس کے بادشاہ کو اپنا بادشاہ بھی تسلیم کرے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم کرے اور انہیں توفیق دے کہ وہ اپنے حقوق کی نگہداشت کریں اور ایسا طریق اختیار نہ کریں کہ مٹ جائیں۔ موجودہ رَو ہندوستان میں سپین کا نقشہ قائم کرنے والی ہے اور اس کے کامیاب ہونے پر مسلمانوں کی وہی حالت ہوگی جو ہندو ریاستوں میں ہے۔ اور اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا سوائے اس کے کہ جو مسلمان مذہب سے دور ہوں وہ ہندو بن جائیں گے اور جو مذہب کے دلدادہ ہوں گے وہ تباہ کر دیئے جائیں گے۔

(الفضل ۲۵۔فروری ۱۹۳۰ء)